سید یونس الحسنی

علماء کرام اور پاکستانی سیاستدان

یادش بخیر! سردار حاکم علی زرداری کسی زمانے میں نیشنل عوامی پارٹی میں باچاخان مرحوم کے ریزہ چیں ہوا کرتے تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے عہد اقتدار میں بوجوہ پاکستان پیپلز پارٹی سے رشتہ منا کحت استوار کیا پھر آج تک ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سردار آصف علی زرداری انہی کے فرزند دلبند، جگر بند اور اب نظر بند ہیں۔ بھٹو کا حق دامادی ادا کرتے ہوئے بعض معلوم اور کچھ نامعلوم مصلحتوں کے تحت انہیں پس دیوارِ زنداں دھکیل دیا گیا جہاں آج کل مریض ملت بن کر پاکستانی ڈاکٹروں کا سٹیمنا آزمارہے ہیں۔ کراچی کے بمبینو سینما سے لے کر براستہ ایوان وزیر اعظم جیل تک کا تھکا دینے والا سفر راس آیا اور وہ اچھے خاصے سیاستدان ہوگئے ہیں۔ آئے دن ان کی درفنطنیاں پڑھنے سننے کو ملتی رہتی ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کا ایک بیان اخبارات کے توسط سے نظر نواز ہوا' ملاحظہ فرمایئے:

> ''وردی کے ایشو پر مولویوں کے ہنگامے پر اعتبار نہیں کیونکہ وہ اپنا اعتبار سترہویں ترمیم کے بعد کھو چکے ہیں۔ کیا معلوم کہ ہم ان کے ساتھ اس تحریک میں آگے بڑھیں اور پیچھے مڑ کر دیکھیں تو وہ موجود ہی نہ ہوں۔ انہوں نے گو مشرف گو کے نعرے ہمارے ساتھ مل کر لگائے اور پھر سترہویں ترمیم میں حکومت کے ساتھ چلے گئے۔''

پیپلز پارٹی پارلیمنٹیر ینز کے لیڈر محترم امین فہیم اور مسلم لیگ (ن) کے بعض رہنماؤں نے بھی علماء کو بے نقط سنائی ہیں۔ اے آر ڈی میں شامل چند گرگ ہائے باراں دیدہ نے قیمتی مشورہ دیا ہے کہ سیاست کاری علماء کو زیبا نہیں' انہیں تو بس مساجد اور حجروں میں بیٹھ کر ''حق ہو'' کی ضربیں ہی لگاتے رہنا چاہیے کہ ان کے روحانی تصرفات سے امت کی اصلاح باطن کا فریضہ بکمال وتمام ادا ہو سکے۔ یہ بڑی معنی خیز صورت حال ہے کہ ہمارے ارباب اقتدار واختیار بھی ایسی ہی ناصحانہ تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں۔ احزاب اقتدار واختلاف کی اس معاملے میں یک رنگی، یکجہتی اور یک رخی پالیسی اس اندرونی مفاہمت کی چغلی کھاتی ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو سکے دینی قوتوں کو کارنر کر دیا جائے:

(۱) نت نئے رنگ روپ بدلتی سوسائٹی پر ان کی گرفت کمزور تر ہو جائے یا مختلف دام ہائے رنگا رنگ بچھا کر انہیں اضمحلال کی آخری حد تک پہنچا دیا جائے۔

(۲) ان پر بہ اصرار عدم اعتماد کر کے معاشرے میں سب سے زیادہ قابل نفرت بنا دیا جائے تا کہ یہ کوئی تہذیبی اور تمدنی کردار ادا کرنے کے قابل نہ رہیں۔

(۳) انہیں انتہا پسند، بنیاد پرست قرار دے کر کچل دیا جائے تا کہ روشن خیالی اور جدت پرستی کی راہ ہموار ہو سکے۔

(۴) ان کے افکار ونظریات کو از کار رفتہ قرار دے کر ملکی سیاست سے نکال باہر کیا جائے کہ ان میں نام نہاد بڑوں

کی غلط کاریوں پر نقد و جرح کی ہمت نہ رہے۔

(۵) انہیں چاروں جانب سے محاصرے میں لیا جائے کہ وہ ہار مان کر حکمرانوں اور سیاست دانوں کے مہمل تابع بن جائیں۔

یہ انمٹ سچائی ہے کہ سیاست برصغیر میں علماء امت نے مسلمانوں کی ہمیشہ بروقت اور خم ٹھونک کر رہنمائی کی۔ اس سفر وحشت اثر میں وہ بے پناہ خطرات سے بھی دوچار ہوئے مگر انہوں نے جانوں کے نذرانے پیش کر کے حق و صداقت کے علم کی بھرپور پاسداری کی۔ قیام پاکستان کے بعد بھی انہوں نے حجرہ نشیں ہونے کی بجائے میدان سیاست میں پوری صلاحیتوں سے کام لیا اور تمام ہم عصروں کی نسبت نہایت فہیم و زکی اور بیدار مغز سیاستدانوں کے طور پر سامنے آئے۔ وہ سیاسی شطرنج کے اس کھیل میں کبھی کسی سے کم تر ثابت نہیں ہوئے۔ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر مقابل لیڈروں پر بہت بھاری ثابت ہوئے۔ کئی دفعہ وہ دیگر جماعتوں کے اتحادی بن کر کڑی آزمائشوں سے گزرے۔

سیاسی ساتھیوں کی فریب کاری اور منافقت شعاری بارہا ان کے لیے مزاحمت کا سبب بنتی رہی لیکن انہوں نے حروف شکوہ و شکایت پر طبع آزمائی میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا انسب جانا۔ اب پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں یہ لوگ بلند پایہ پارلیمنٹیرینز اور منجھے ہوئے سیاستدانوں کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی معاملہ فہمی اور حاضر دماغی نے روایتی سیاستدانوں کی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا بھانڈا بیچ چوراہے کے پھوڑ دیا ہے۔ وہ روز افزوں احساس کمتری سے بری طرح کانپنے، تڑپنے اور تلملانے لگے ہیں۔ زچ ہو کر وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ کبھی حرص و آز کا کھیل کھیلتے، کبھی لقندرے پن کا مظاہرہ کرتے، کبھی گاف ہوتے، کبھی گاڑھے وقت میں گشت کرتے، کبھی نموز میں اڑاتے، کبھی قاف و دال کرتے، کبھی الٹے سیدھے قاعدے نکالتے، خود مکمل قائم بالغیر ہوتے اور دوسروں کو قائم بالذات رہنے کی نصیحت کرتے، خود پیکر خرابات مگر اوروں کو مجموعہ الزامات بناتے نہیں تھکتے۔ یہ الٹ پھیر ہے زمانے کا۔ اسے کہتے ہیں اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔ یہ حقیقت تو سامنے آچکی ہے کہ علماء دشمنی میں حکومت و سیاست ہر طرح سے ہم زبان اور ہم قدم ہیں۔ چنانچہ ماننا پڑے گا کہ سترہویں ترمیم میں متحدہ مجلس عمل اگر حکومت کی مذاکرات و مشاورت سے معاونت نہ کرتی تو پی پی پی یہ کام کر جاتی۔ ن لیگ شاید مددگار رہتی اور اے آر ڈی قطعاً معترض نہ ہوتی۔ ان سب کے لیے جان لیوا صدمے کی بات تو یہ ہے کہ بوریا نشیں مولوی شیخ الحدیث والتفسیر ہونے کے ساتھ ساتھ بیک وقت انتہائی زیرک سیاستدان بھی ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اغیار کی ریزہ چینی کرنے والوں کی ریزگی کھانے کی بجائے تنہا یہ معاملہ نمٹا کر آئین پاکستان کی محافظت اور برتری منوانے کا ڈنکا بجایا۔ یہی وجہ ہے سب پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ شاید انہی کے لیے کسی شاعر نے کہا تھا:

بن پانی اور تیل یہاں ہر دیپک جوت جگائے
جس چھلنی میں چھید ہزاروں وہ بھی اب اترائے